

# مثنوی سرمد بخودی



Allama Iqbal Library



19167

F  
891.551  
ع 36 م

نہ

ڈاکٹر عشرت انور



کتابخانه حضرت

*Ex Libris*

*Asaf Ali-Asghar Fyzee*

*Presented to the Library of  
The University of Jammu & Kashmir  
June 1, 1957*

**RESERVED**

**NOT TO BE TAKEN OUT OF THE  
LIBRARY.**











# تشیو مسرود بخودی

انا

ڈاکٹر عشرت الہ

قیمت دو روپے

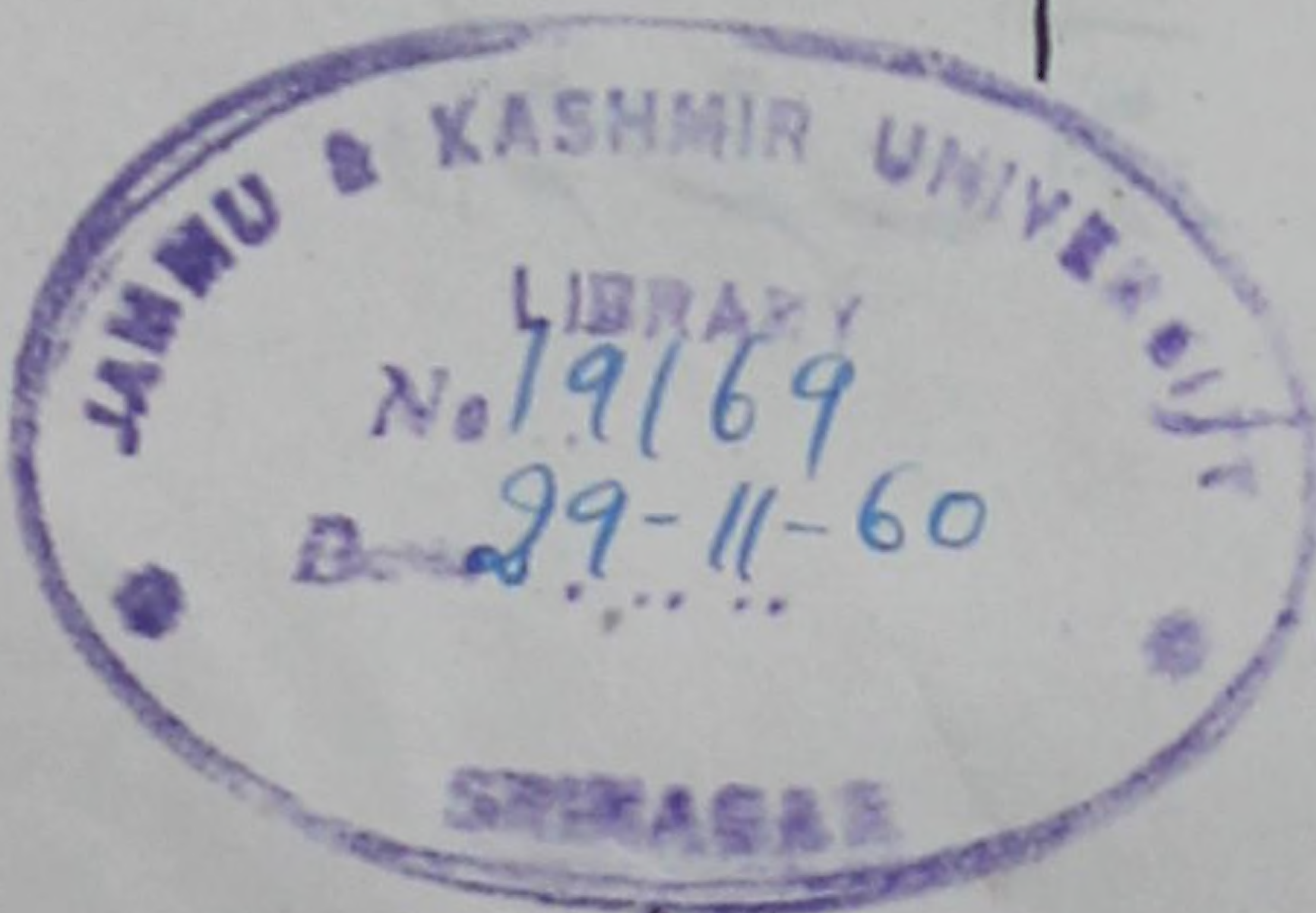


۳۴۴  
ف

لئے کاپیہ

Allama Iqbal Library  
19167

ڈاکٹر عشرت حسن انور مہمالی رورڈ  
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ



10  
101

51/82

۱۹۵۴ء  
نہ اشاعت

اگرہ اخبار پسن گروہ طبع شد

تعداد طباعت ۵۰۰



ہر کسے از یک خودی در صد محن  
خوش بروں آئے ز تاریخ کہن

دانش







# فهرست مضامین

ردیف	عنوانات	صفحه
۱	پیشکش	۱
۲	ویاچه	۳
۳	گزارش پیاس	۹
۴	تمهید	۱۲
۵	نخوانده کتاب	۱۳
۶	حرفی از ذوق و شوق خویش	۱۸
۷	شکایت درد محبت آمیز خویش بحضور باری تعالی	۲۳
۸	اشک خوں به یاد درد انسان	۲۶
۹	مناجات شیون زنا	۳۱
۱۰	در بیان آن که سر عشق چیست و لذت عشق در بنمودی میسر گردد	۳۴
۱۱	در بیان آنکه عشق تملقین به فنا میکند لیکن این فنا هر شک بقا باشد	۳۸
۱۲	در بیان آن که ذوق و شوق عشق را لازم است که طالب را بنمود و سر مست و فاساد	۴۰



ب

صفحه	عنوانات	عدد شمار
۴۳	در این معنی که خودی و بخودی هر دو از احوال غشوق اند و له خودی در حالت نزول پیدا میشود و بخودی بر عکس آن	۱۳
۴۵	در بیان آن که خودی به تمکین و قرار تلقین کند و بخودی به اضطراب و ذوق عمل	۱۴
۴۸	در بیان آن که انکشاف حقیقت از وسیله بخودی باشد و خودی در آن حصول موافق نیاید و مانع افتد	۱۵
۵۲	در بیان آن که بنیاد ملک و ملت بر خودی باشد و پس تنازع لا البقا بوجود آید و له جمیع تنازعات در بخودی گم شوند و منظر بلند به حصول آید	۱۶
۵۴	در بیان آن که اقتضای خودی عدد و بندی وطن و امتیاز قوم و ملک باشد و فلسفه بین الاقوام را نفی کردن است	۱۷
۵۷	در بیان آن که احساس خودی از اشکال وقت و زمان پیدا میشود	۱۸
۵۹	در بیان آن که تعمیر عالم نواز بخودی باید و گر چنین نشود ویرانی و خرابی و جنگ مالگیر دیگر لازم خواهد شد	۱۹
۶۲	در بیان آن که جمیع آرزو ها منقسم به دو حالت اند یک متعلق به خود و آن آرزوئی دیگر متعلق به دیگران که از جذبه خدمت خلق موسوم است و محتاج به خودی نیست	۲۰



صفحہ	عنوانات	عدد شمار
	دریں معنی کہ فطرت انسان چسیت و جمیع رنجہا از ناشناسی فطرت خود بہ انسان می رسند	۲۱
۶۴	در بیان آن کہ روز فردا انقلاب عظیم در طرز فکر انسان واقع خواهد شد و ہر کسے برائے ہر کسے خواهد سوخت	۲۲
۶۶	در بیان آن کہ اگر در عشق خداوندی بنحودی میسر گردد عشق بنی نوع انسان بدست آید و سوزش دیگر پیدا کند	۲۳
۶۸	در بیان آن کہ چوں انسان خودی در زبیدہ است خطر ہائے عظیم بنی نوع انسان را در پیش اند	۲۴
۷۱	در بیان آن کہ اساس ملت نوع انسان را خودی ممکن نتوان شد زیرا کہ جزوہ خودی ملتم است و کل را این حالت میسر نیاید	۲۵
۷۳	بسبب آن کہ او مقابل غیرے نشود و جمیع ملل را مشتمل باشد دریں معنی کہ اساس سیاست فردا بر محبت عالمگیر خواهد شد و دریں حال تنقیض خودی لازم است	۲۶
۷۵	وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً	۲۷
۷۷	در بیان آن کہ ہیج ملت بے تصور مخصوص ظہور نہ پذیرد و ملت انسان فردا را اقرار وجود باری تعالیٰ سنگ بنیاد خواهد شد	۲۸
۷۹	در بیان آن کہ اسوہ حسنہ محمد میعار اخلاق انسان فردا خواهد شد	۲۹
۸۲		



شماره	عنوانات	صفحه
۳۱	در بیان آن که اخلاق محمد <sup>تمثیلی</sup> برائے نوع انسان باشد و پیروی	
	آن برائے نوع انسان ملتمز است	۸۵
۳۲	در بیان آن که لائحہ عمل نبی نوع انسان فردا اسلام خواهد شد	۸۹
۳۳	در بیان آن که حوصلہ پیغام محمد تا ہنوز حاصل نشده است و زیرا کہ	
	اسلام لائحہ عمل باشد برائے نوع انسان پس غلط است برائے مسلمان	
	کہ خویش را پابند ملت محدود شمار و نوع انسان را در خود نہ بیند	۹۱
۳۴	پس یہ باید کرد اے انسان نو	۹۵
۳۵	یادہ تلخ دانخاب غزلیات	۹۹



پیشکش

بمضور

سلطان! ایندو آغریب نواند حمتہ اللہ علیہ بحری جہری

خراب نرگس مستانہ توام کہ ہند

(عرفی)

ہزار شیوہ مستی بطبع ہوشیاری

گداۓ در

احقر

عشرت النور



مکتبہ اسلامیہ  
 جامعہ اسلامیہ  
 مدرسہ اسلامیہ  
 دارالافتاء اسلامیہ



## دیباچہ

یہ مثنوی اقبالؒ کے فلسفہ خودی کے جواب میں لکھی گئی ہے، مقصود اس کا کسی طرح بھی بیان حسن طبیعت نہیں بلکہ گزارش احوال واقعی کے طور پر مدیہ ناظرین ہے، اس سے اگر آئندہ کیلئے آئندہ آئیوالوں اور کام کرنے والوں کی کوششوں سے ایک نئے طرز فکر کی بنیاد پڑ سکے تو میں اس محنت کو ”محنت بے فائدہ“ نہ سمجھوں گا اور لذت و شام میں بھی لذت احسان مندی محسوس کروں گا۔

زندگی ابتدائی منازل میں فی الحقیقت خودی خود مبنی، خود شناسی، خود آگاہی اور خود پرستی وغیرہ پر منحصر ہے، اور ایسا ہونا ہی آئندہ مراتب اور ارتقاء کا موجب ہوتا ہے لیکن اگر اس کی کل وسعتوں کا اندازہ کیا جائے اور اسکی تمام ارتقائی منازل کا صحیح طور پر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو کہ ارتقائی منازل میں قدم قدم پر خودی فنا ہو کر بخودی کے لئے راستہ پیدا کرتی ہے، شاید یہ اسی حقیقت کا اور اک تھا جس نے اقبالؒ کو اسرار خودی کے بعد ”موز بخودی“ لکھنے پر مجبور کیا۔

نیلشے نے میسائیت کے خلاف فلسفہ خودی کی اس لئے تعلقین کی تھیں کہ یورپ کے مردہ جسم میں زندگی کا نیا خون دوڑ سکے اور یہ حقیقت ہے کہ خودی کا فلسفہ زندگی کی گرمی پیدا کرنے کے لئے از بس ضروری ہے۔ لیکن پھر بھی زندگی کے لئے خودی ہی عین مقصود نہیں اور نہ ہونا چاہئے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کھانا اپنا زندگی کیلئے از بس لازم ہے اور اسکے بغیر قیام زندگی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے مگر با این ہمہ اکل و شرب ہی زندگی کی غرض و غایت نہیں ہے اور نہ ہونا مناسب ہے۔

نیلشے کے فلسفہ میں بنی نوع انسان کے لئے جو جانکاہ اثرات مضر تھے ان کا



اٹھارہ سو بیس کی موت (۱۹۰۰ء) کے چودہ پندرہ سال کے عرصہ ہی میں اس طرح ہوا کہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عالمگیر نے انسانیت کے ساتھ ساتھ انسان کو بھی ختم کر دینے کا حوصلہ بلند کیا۔ اس "محبوب فرنگی" کے فلسفہ کے سمیات کا اثر ۱۹۱۹ء تک ہی ختم ہوا بلکہ ۱۹۳۹ء میں پھر بنی نوع انسان کے لئے ایک دوسرا خطرہ درپیش ہوا جس کے اثرات سے آج تک کلی طور پر نجات میسر نہیں ہو سکی ہے اور باز دیگر خطرہ ہے کہ آئندہ چیکر ایٹم بم یا ہائیڈروجن بم کے ذریعہ بنی نوع انسان کا خاتمہ ہو جائے۔

اقبالؒ سنیٹے کے فلسفہ کے خطرناک نتائج کو پورے طور پر سمجھتے تھے اور شاید اسی لئے کہ خودی کے فلسفہ سے اسکے خطرناک اثرات زائل کر سکیں ان کی آخری وقت تک یہ کوشش رہی کہ "خودمی کو مسلمان بناسکیں اور اس میں وہ ظاہری طور پر کسی قدر کامیاب بھی معلوم ہوتے ہیں چونکہ انہوں نے خودمی کو "احکام الہیہ" کا پابند بتایا، یہاں اقبالؒ غیر شعوری طور پر بجائے خودمی کے "بنجودمی" کی تلقین کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں چونکہ خودمی کو تابع بنانا حقیقت میں بنجودمی کی طرف مائل ہونا اور خودمی کی نفی کرنا ہے۔

لیکن اقبالؒ بعض مصالح کے تحت اس کا اقرار کرنے سے گریز کرتے ہیں اگرچہ ان کے رجحانات ان کی اگلی تنہوی "رموز بنجودمی" میں بالکل واضح ہو جاتے ہیں، اس تنہوی میں وہ افراد کے لئے یہ بھی متعین کرتے ہیں کہ وہ اپنی خودمی کو ملت کی خودمی میں گم کر دیں۔ لیکن یہاں تک پہنچنے کے بعد بھی مقصد برآری نہیں ہوتی اور بنی نوع انسان کو خودمی کے فلسفہ سے جو تمام خطرات پہلے لاحق تھے وہ اب بھی من و عن باقی رہتے ہیں چونکہ ایک ملت بحیثیت ملت فکری اعتبار سے دیگر ملل سے درپے تنازعہ اور تضاد ہے۔

چنانچہ ایک اور قدم آگے بڑھنے کی ضرورت تھی اور اقبالؒ نے شاید مصلحت وقت کے تحت آگے بڑھنے سے گریز کیا۔

بنی نوع انسان کے ارتقاء کے لئے از بس لازم ہے کہ انسان بے تمیز مادہ تو زندگی



گزار سکے اور ایک ایسا نظام عالم وجود میں آئے جہاں انسان صرف انسان بنکر رہ سکے  
سیاست، تاریخ، و نیز تمام مذاہب کا حوصلہ بھی کچھ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے معلوم  
ہوتا ہے لیکن نہیں کہا جاسکتا کہ اس منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے کتنے ادوار اور  
منازل سے گزرنا پڑے گا۔

ہاں اُس نئے نظام کے فروغ، ارتقاء اور استحکام کے لئے نئے تجربات اور  
اخلاقی نظریات کی ضرورت پڑے گی اور یہ دیکھنا لازم ہوگا کہ کونسے اصول ایسے ہیں جو  
انسان کو اس بلند مقام پر لے جانے اور برقرار رکھنے کے ضامن ہو سکتے ہیں، یہاں پر  
اسلام (بقول محققین) بوجہ اپنی جامعیت ایک ایسا نظام زندگی نظر آتا ہے کہ جسکی طرف  
انسان آج نہیں توکل ضرور متوجہ ہوگا۔

اس طرح ہمارے نزدیک اسلام ایک ایسا نظام فکر و عمل ہے جسکی ضرورت انسان کو  
ہمیشہ سے ہے اور شاید ہمیشہ رہے گی، یہ کوئی ساکت، صامت اور ارتقاء کے منافی نظام  
زندگی نہیں ہے بلکہ زندگی کے لئے بیک وقت مثل نشان منزل اور عین منزل کے ہے۔  
خودی کو بنیادی اصول قرار دینے کے بعد کسی وسعت خیال اور وسعت نگاہ کی  
گنجائش باقی نہیں رہتی اور ہزار ہا قسم کے تنازعات کے راستے بنی نوع انسان کے لئے  
کھل جاتے ہیں، اس طرح انسان خود پسندی کے مختلف نظریات میں ہمیشہ کے لئے گرفتار  
رہنے پر مجبور ہو جاتا ہے (اگرچہ ایسا ہونا بعض مادی لحاظ سے فائدہ مند اور نفع رساں  
ضرور ہے) اور کبھی بھی غیر خود کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اور وہ بین الاقوامی نظام حکومت  
جس کے واسطے انسان صدیوں سے گوش بر آواز بٹھا ہے (اور زمانہ حال میں اسکی ضرورت  
اور بھی محسوس ہورہی ہے) وجود میں نہیں آسکتا، لیکن اگر تمام خلوص اور نیک نیتی کیساتھ  
تمام نظام فکر و عمل میں انقلاب پیدا کیا جائے تو ممکن ہے کہ کچھ سال یا صدیوں بعد انسان  
بجائے ملک و ملت کے صرف ملت انسانی کا ایک رکن بنکر رہ سکے اور بجائے خودی کے



شراب بخودی سے مست و سرور نظر آئے۔

اسکے متعلق آج پیشین گوئی کرنا شاید قبل از وقت ہوگا، ہاں مستقبل ہی میں معلوم ہو سکے گا کہ نوع انسان آگے چلکر کس شاہراہ پر گامزن ہوتی ہے اور کس قسم کے انسان کو بنظر تحسین و مکتفی اور اپنی رہنمائی کے لئے تلاش کرتی ہے۔ آیا اسکو جو پروردہ خودی ہے یا اسکو جو مست بخودی ہے اور بنی نوع انسان کی محبت میں ملکی، ملی امتیازات سے اپنے کو پاک صاف کر چکا ہے، یہ موخر الذکر راستہ از بس خطرناک ضرور ہے مگر انسان کو ارتقاء کی آخری منازل طے کرنے میں ممکن ہے اس پر خطر بگذرے بھی گزرنا از بس لازم ہو۔

بعض صوفیائے کرام کی زندگی میں بالخصوص خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجری اجمیری کی سوانح مبارکہ میں متعدد مثالیں ایسی ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے رجحانات کو بخوبی سمجھتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ آخرین مقصود کیا ہے اور یہ کہ یہ ظاہری تیسرے اور تو زندگی کو ایک مخصوص منزل تک لے جانے کے لئے تو ضرور معاون ہے مگر اس کے آگے اگلی اور ارفع منازل کو طے کرنے میں مانع ہے۔

صدیوں کے تجربات اور جستجو کے بعد قوی امید ہے کہ انسان کسی نہ کسی ایک مرکز پر ضرور آئے گا، اور بعد میں جب جائزہ لیا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ

یک چراغ است دریں خانہ و از پر تو آں

ہر کجای نگریم انخنے ساختہ اند  
خود سرکار دو عالم مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اس بات کی ضامن ہے کہ اسلام ایک مافوق العادت آفاقی محبت اور اخوت کے مترادف ہے یہ محبت اور رافت کسی مخصوص فرقہ یا فرد کے لئے مخصوص نہ تھی بلکہ اغیار (اور رحمت الالعالمین کیلئے) بوجہ سرا یا محبت ہونے کے کوئی غیر نہ تھا، کے لئے بھی اسی قدر تلب کی گہرائیوں سے الہی تھی جس قدر کہ انہوں کے لئے نظر آتی ہے۔



ہمارے حقیر خیال میں روح اسلام سرکارِ دو عالم کے قلب کی ایک مخصوص حالت ہے جسکو ہم لفظ و بیان کی مجبوریوں کی بنا پر آج صرف غایتِ محبت، رافت، شفقت کے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں، لیکن ان الفاظ کا دائرہ مروجہ الفاظ سے بغایت وسیع ہونا ضروری ہے۔ اب جو شخص رسول مقبولؐ کی اس مخصوص قلبی حالت سے جس قدر قریب ہے۔ اسی قدر مسلمان ہے، اس طرح اسلام میں ارتقاء اور فروغ کی ہمیشہ گنجائش ہے اور ہر ایک فرد بقدرِ فوق طلبِ محبت میں تشنہٴ محبت ہونے کی بنا پر منزل پر نہیں بلکہ راہِ منزل میں ہے، اور یہ ایسی منزل ہے کہ جس قدر اس کے قریب تر جاؤ اسی قدر حوصلہٴ منزل اور بڑھتا ہے اور دوری منزل اور بھی نمایاں معلوم ہوتی ہے۔

احقصاب  
عشرتِ انور







# گزارش سپاس بخدمت

حضرت استاد محترم دکتورادی حسن لطفه (صد شعبه فارسی و العلوم علیکم السلام)

کعبه جاں، اوستاد محترم!

از دل و جاں هدیه پیش آورم  
عقل و علم و فضل را معدن شدم  
من ز فیض لطف تو گلشن شدم  
ای که خاکم شد ز فیض تو منیر  
در بر خود سوزش جانم پذیر  
صبح نو زین شنوی گرمی دم  
نام تو من زنده کردم تا ابد  
ای ز تو چوں آب و تاب یافته ام  
هر دم گشتم ترا هم تا فتم

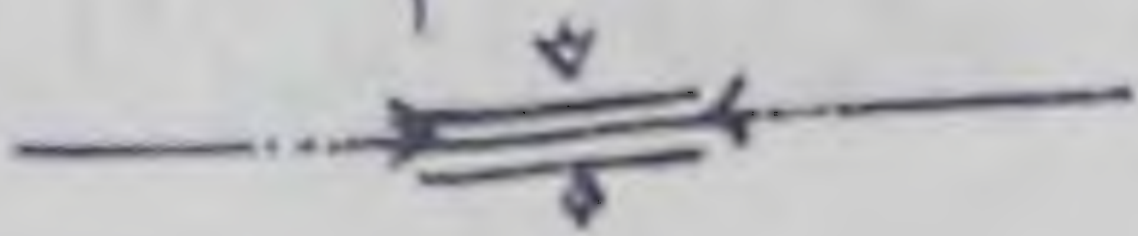


زانکہ علم و فضل را بر دل زدم<sup>۱</sup>  
 شعله روشن بر محفل زدم  
 خاکِ انساں را شرار آورده ام  
 جانِ دل را نو بہار آورده ام  
 ایں جہان کہنہ را فضلے رسید  
 زندگی را انقلابے شدید  
 نے خودی و خود پرستی نے وطن  
 نے تمیز ماؤ تو نے ذوق من  
 امتیاز ملک و ملت سو ختم  
 از محبت عالمے افرو ختم  
 از محبت چشم آدم تر شدہ  
 عالمے را عالم دیگر شدہ  
 کشتی انساں بسا حل آ رہید  
 ذوق جانش در بر منزل رسید

۱ اشارہ بہ شعری۔ علم را بر تن زنی مارے بود۔ علم را بر دل زنی یارے بود



آدمیت راسته تفسیر نو  
 عالمی رامی کنم تعمیر نو  
 ملت و ملک و وطن سنجیده ام  
 پیروه های زندگی برچیده ام  
 جان و دل را وسعت عالم خوش است  
 آدمی را ملت آدم خوش است





## تمهید

بیچ کس را لذت دیدار نیست  
 ورنه جان را این چنین سر از نیست  
 جان ماچوں از پئے جانان بود  
 اے چگونه برخودی ایساں بود  
 آنقدر از نور جان ایماں خرید  
 آنکہ جانان دید جان خود ندید  
 چشم جان را بہت چوں دیدار او  
 گشتہ در انکار ما اقرار او  
 من کہ باشم بہ درخور اقرار من  
 می رسد این ہم ز فیض و المین



# بخوانند کتاب

شاعر مشرق نگهبان خودی  
 شیر شریزه از نیتان خودی  
 جرعه چوں از خم جانان چشید  
 مست شد جز مستی خود کس ندید  
 داد مار ازوق ایقان خودی  
 گشت مارا عهد و پیمان خودی  
 از صبحی خودی پیمانه داد  
 مست ساغر داد میخانه بهاد  
 در جوابش گفته ام این تمنوی  
 تمنوی بخود می معنوی  
 فیض جانان پر توے او را سپرد  
 او از خود بینی زد و خود شمرد



پر توے کر دے کس روشن کند  
 او ز دے خوب لافے کے زند  
 گرچہ جاں از نور او جز طور نیست  
 ہر کسے را دید آن مقدر نیست  
 عاقلان را ہست ذوق ضبط خویش  
 عاشقان را سرفروشی گشتہ کیش  
 عاقلان اندر پے فرمان دوست  
 عاشقان ہر دم ز دل قربان دوست  
 عاقلان ہم بہر خود ہم بہر او  
 عاشقان را بس فقط "اللہ ہو"  
 عاقلان بہر شریعت آمدند  
 عاشقان نزد محبت با خند  
 عاقلان را خود رستی و خود لیست  
 عاشقان را عشق گشتہ زندگیت



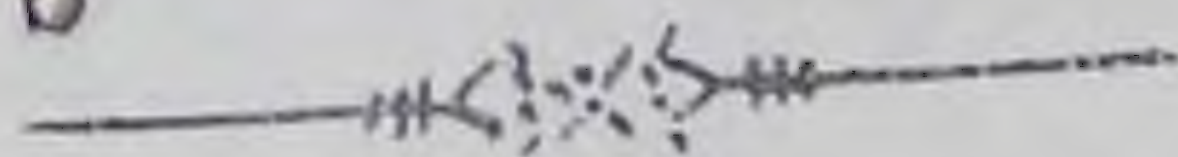
عاقلان را فکر هستی در بغل  
 عاشقان مست سبوحے لم نزل  
 عاقلان در کار دنیا فکر دیں  
 عاشقان را ہر دو اندر آستین  
 عاقلان در سایہ ایمان روند  
 عاشقان اندر پئے جانان روند  
 عاقلان را مصلحت بینی راست  
 عاشقان را دین ایمان پس خداست  
 شاعر مشرق کہ عاقل بود او  
 با تمکن زد نواشے ہائے ہو  
 آفتد ز ذوق خودی را پرورید  
 محو شد از گل گلشن را نہ دید  
 ادب راے ملتے زارید و بس  
 نوع انسان جان مارا شد ہوس



نوع انسان را به دل انگیزه زد  
 از خودی بیرون ملت پر نه زد  
 ز آنکه تاب جلوه آدم نبود،  
 پس خودی و خویش را غمہ سرود  
 پیش جانان ذوق خود بینی خرید  
 جلوه خود دید و دیگر کس نه دید  
 او ز فیض تمکنت سرشار خود  
 آبروئے جان و دل از ما بسرود  
 آبروئے جان و دل از بنجودی است  
 بنجودی شوق ما را زندگی است  
 ای که با ما که "انا الحق" زندگی است  
 آن انا الحق هم ز فیض بنجودی است  
 بنجودی چو لاله طلمت ربود  
 از "انا الحق" عین حق را دانمود



ای جانان قف شد چو جان تن  
 می نشد از ما بخود نگریتن  
 جان ما را نیست مضراب خودی  
 بمانی دانیم آداب خودی  
 شمع جان از بخودی افروختیم  
 هر دو عالم بهر جانان سوختیم





# حرفے از ذوق و شوق خویش

از لولایم سوز دلها دیده شد  
 زندگی از بنجودی از دیده شد  
 عشق را من داده ام تابی دگر  
 بنجودی را باز شد آبی دگر  
 ز آنکه آموزیدم آداب جنوں  
 بنجودی شد زندگی را رهنمون  
 لے کہ از ذوق جنوں قصم خیال  
 می نشد ہرگز مرا از زمین گماں  
 خواجہ سنجہ خیال ذوقم فرود  
 عشق را صد پردہ ہا از من ربود  
 از فیوض بنجودی دیوانہ ساخت  
 پیش روئے خود مرا پروانہ ساخت



اے زلفِ خود چناں لطفِ فرود  
 عقلِ ایماں جانِ دل از من بود  
 من زلفِ او ز خود بگذشتہ ام  
 نختہ و دارفتہ و سرگشتہ ام  
 سوزشِ جاں دارم و غمیں و لم  
 ہیمو سوج مضطربے ساحلم  
 من کہ چندیں سیرِ کامل دیدہ ام  
 ہیمو او بے مثل کس نشیدہ ام  
 ”خواجہ ماورمیان اولیا“  
 چوں محمد در میان انبیا  
 آنچناں ذوقے بمارزاں فروخت  
 بیخودی شوقِ جانِ دل بسوخت  
 از خودی یک دم نشد جاں راشو  
 بیخود و مستم پئے ذوقِ حضور



ہم مذاق دیدی جو یہ نظر  
 خویش را گم کن پئے ذوق بصر  
 آنچنان سحر جمال خویش را نہ  
 و ردلم ذوق مسلمان نہ ماند  
 آن جمال روکش حسن پری  
 باز داده شوق کفر و کافری  
 رونائے آفتابے روئے او  
 مانتابے و رکند موئے او  
 بہچو گل در سبیل گیسوئے او  
 اے خوشاں رنگ بوئے او  
 رونائے حسن روئے ذوالمنن  
 آن جمال خواجہ رعنائے من  
 آب حیواں در غلام چشم او  
 عشق می نازد بہ جام چشم او



شد خزان ما ز لطفش نو بهار  
 "تم باذنی" از جانش افکار  
 از سرود نعره "اللهم هو"  
 مست حق باشیم ما از فضل او  
 مشت خاتم تا بگیرد ذوق هو  
 خویش را از خود سپردم بهر او  
 عشق گرچه بهر او جانم ره بود  
 بدین شایان شانش هم نبود  
 عشق را به هر ادای بهر او  
 جان دیگر بهر قرباں آرد و  
 کرے را از فریب آتش  
 در طواف دایه زیاده آتش  
 میخچاں را در پئے دایه که بود  
 از سجود نار و آتش در ره بود



صوفیاں دارند از دے ساغرے  
 فیض حسنش ساخت مومن کافرے  
 عشق را از کفر می ناید اماں  
 بنمود و مستم ز فیض بیکراں  
 گر نہ رقصم بر حجاب بے نقاب  
 آبرو دے حسن خواهد شد خراب  
 فیض چشم خواجہ یکتا دے من  
 می رسد از حضرت خادم حسن



# شکایت درد محبت آمیز خویش

بمختصر

## باری تعالیٰ

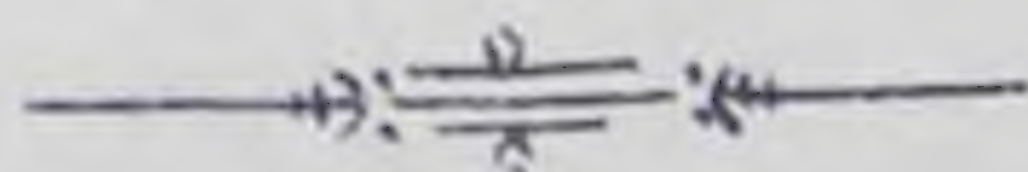
ناز بر دار جهان انس جان  
 من ز درد خویش گویم داستان  
 گریشتوی و امراعت می کنی  
 بانگ خواهم زد به چرخ چنبری  
 غمزه و ناز و ادا از سر بگیر  
 کن نصیحت گوهر را در بگیر  
 حسرت و درد و محبت اضطراب  
 لرزاں لرزاں با تو خوانم این کتاب  
 گرنه گرد و شوق محکوم ادب  
 از تو می خواهم صلائے بوالعجب



اے کہ من ظالم "جہولاً" بودہ ام  
 مرکزِ تخلیق دنیا بودہ ام  
 من کہ ویراں دل پتیدہ خستہ ام  
 نیک مسجود ملائیک گشتہ ام  
 اے کہ دادی بلبال را نغمہ  
 نغمہ کز شرم خینر و زخم  
 ذوقِ رقص و سنجودی پروانہ را  
 نیک عاقل کردہ دیوانہ را  
 شمع را سوزہ ہوائے محفلے  
 در نصیبتش لوش و ناکے محفلے  
 موج را باشد چہ بے پروا خرام  
 زندگی بے محشرے کردہ حرام  
 ساعے پیہم بہ وصل موج و آب  
 ذرہ ذرہ رو ناکے آفتاب



حاصلِ تخلیق گیتی ذوقِ فن است  
 فطرتِ هر شئی به طرزِ احسن است  
 نغمه ام لیکن پریشان آمده  
 اشکِ زینبیم به مژگان آمده





# اشک خوں بہ یادِ دردِ انساں

اے بسا دلہاکہ در پہلو تپید  
 اے بسا حسرت کہ با خاک آرمید  
 اے بسا لغمہ کہ پہلو را بخت  
 در شکست ساز خود را در شکست  
 وائے عشقے را کہ اظہارے نہ گشت  
 اے بسا لغمہ کہ از تارے نہ جست  
 اے در شہوار کو نیساں نہ بست  
 اے بسا ہستی کہ ہم نابود رفت  
 از تو امید عنایت می کنم  
 گر بہ بخشی من شکایت می کنم  
 گر بگویم تو ہمہ دار می شہور  
 در بگویم تو رحیم و تو غفور



اے بسا حسرت کہ داغ دل سپرد  
 اے بسا غنچہ کہ در گلہا فسرود  
 اے بسا دل در پئے لطفے بخت  
 چند شیراز و بخارا را فروخت  
 اے بسا از حسرت لعل لبان  
 جان مضطرب لبان بے زبان  
 اے بسا مطرب کہ آتش ریختہ  
 نغمہ در ناہا آ میخستہ  
 اے بسا مرگ شب ہجران رسید  
 اے بسا الماس پہلوئے درید  
 اے بسا از علم و فن رُحے فسرود  
 وائے گلہائے کہ زان تسکیں نشد

۱۵ اشارہ بہ شعر حافظ۔ اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا  
 بخال ہند و لشختم سمرقند و بخارا را



اے بسا دل دے پئے شہرت پید  
 اے بسا ظلمت کہ رے صبح ندید  
 اے بسا رومی کہ او شعرے نگفت  
 اے بسا انور کہ در خاکے نہفت  
 اے بسا سرور کہ پائے خود بخت  
 یا شکستہ و پیش منزل و رشت  
 اے بسا فردوس ہائے لازوال  
 در حد و حلقہ دام خیال  
 حاصل ہر کس پریشاں خستہ جاں  
 و ردائے نامی نیاید در بیاں  
 و چمن گر بلبل خندہ گرفت  
 و رعنو بہت گریہ کرد و جان بخت  
 ز آنکہ دل را آرزوئے دادہ اند  
 و این غم سوز جستجوئے دادہ اند



حسرت ناممکناتے پر گزید  
 کوشش انسان قناعت پر نہ چید  
 کہ بہ ضرب زخمہ غشرت کناں  
 کہ ز سوز فغمہ ماتم زناں  
 گاہ می خواہد کہ غنچہ گل بود  
 باز می نالد کہ گل غنچہ شود  
 گاہ می جوید نگاہ ہر دوست  
 باز می گرید کہ ہر ش غم بسوخت  
 گاہ از حجرے بہارے و زماں  
 گاہ در وصلے ہجوم ابہتہاں  
 کہ بگریہ بر ادائے دلبرے  
 کماں جمالے داد سوز شاعرے  
 گاہ از شمشیر و خنجر لطف دید  
 کماں جمال یار جانم بر چنبد



گاہ در لاهوت مستی لے نیاز  
 گاہ سر بر پائے شوخے ترک تار  
 گاہ در غمہا ز خود بزار شد  
 گاہ با اقوام عالم یار شد  
 آہ گر امروز باشد شاد کام  
 می کشد فردا ہلاہل را بجام  
 نیست ہستی را قیام در جہاں  
 خندہ ہائے گل بہ کار بلبلاں





# مناجات شیون را

و رسوا دیده گردانم مکن  
 پادشاه شوق دیدارم بس  
 من ز در دهر گریم کو به کو  
 تو هنوز اندر حجاب رنگ و بو  
 بنده در جستجو صحرای  
 تو ز اوج خود نمی آری نظر  
 کریم از مرگ خود آتش فرود  
 زندگی بے روع جانان خوش بود  
 در تمنای نکه بر روی تو  
 از در و نم می رسد خوشبو تو  
 از تو می بینم شهود کائنات  
 تا کجا این پرده لات و منات



تا کجا این اعتبار کفزد  
 آدمی محروم از عین الیقین  
 تا کجا انسان گرفتار خودی و  
 می نه روید دل بجز خار خودی  
 تا کجا این لعنت ملک و وطن  
 کس نمی بینم ماجر خوشستن  
 تا کجا بر خویش می بندم نظر  
 فطرت دل را بده ذوق دیگر  
 از جمال خود به هر آنم بسوز  
 اعتبارستی جانم بسوز  
 از خودی و خویش ویران تا کجا  
 فطرت کهنه به انسان تا کجا  
 چون ذوی القربی شده فرمان تو  
 نوع انسان را نه شد انسان تو



بخودی را بهر جا کن سازگار  
 انقلاب تازه ما را بساز  
 اختیار دین و ملت بر فکرن  
 برقع بکشا، چهره بنما، برق زن





در بیان آن که سر عشق حدیث و لذت

عشق در بخودی میسر گردد

من که سر عشق را پنداشتم

بر مراد خویش عالم ساختم

و رکف او چون سپردم خویش را

نوش آوریا فتم بهم نیش را

چون غلامم ربی الا علی شدم

کائنات دهر را مولا شدم

در حضورش این سر خود بے سنجو

می فروشم با دعا و صد درود

تا جمال یار را پروانه ام

در حضورش من ز من بیگانه ام



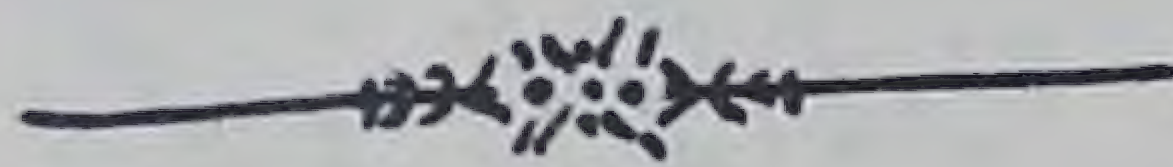
به فروشی چوں شود ارمان من  
 خستگی، وارفتگی ایسان من  
 خون دل خواهم به پایش رختن  
 به حضور دست نتوان ز بستن  
 مزه دل راهی بار و تگرگ  
 زندگی عاقلان بدتر از مرگ  
 زندگی عاقلان زار و زبوں  
 زندگی عاشقان جذب جنوں  
 عاشقی سرو گلستان حیات  
 عاشقی باشد حیات اندر ممات  
 زندگی در مرگ خود پاینده کن  
 جان سپرده عاشقی را زنده کن  
 جان سپردن نیست کار عاقلان  
 جان دادن باشد غم عاشقان



عشق باشد چوں حیات لایموت  
 زیستن تا که مثال غنیموت  
 طوف شمع کن اگر پروانه  
 حفظ جان گر میکنی دیوانه  
 کس نداند این بحر عاشق نکات  
 مرگ عاشق باز هم باشد حیات  
 عاشقی در اعتبارات وجود  
 می نه بیند کس بجز ذات وجود  
 چوں دلم از بند غیر الله بود  
 کل شیء هالک الا وجود  
 بنجودی چوں جان عاشق در بود  
 عاشقی را نه دعا و نه سجود  
 زهر ناب بنجودی پیودن است  
 عاشقی در مرگ خود آسودن است



نے سمع باشد بہ عاشق نے بصر  
 جز بذات حق نیاید کس نظر  
 نے پیام و نے کلام و نے زباں  
 نے خودی و بخودی و اردنشاں  
 کن فکاں در آتش و اسو ختم  
 روئے جانان بیش جاں فرو ختم



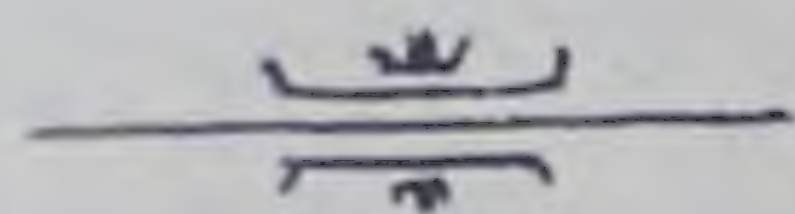


در بیان آن که عشق تعلقین به فنا  
میکند ولیکن این فنا هر شک بقا باشد

زندگی با مرگ پیهم نوگراست  
فطرت ما از جهان دیگر است  
آتش بے رنگ بنیم غیر دود  
تا کجا این اعتبار هست و بود  
صبغه بے رنگ چوں شد زود  
مانی دایم از زرد و کبود  
چوں به عین هست مستی نیست گشت  
بیم غم در صد غم و نیانه است  
ای که تاییابی مذاق زندگی  
زیستن باید بزرگ نیستی



چوں شود غرق آب در دمیستی  
 هستی خیزد ز گره دمیستی  
 جان و دل باید بودن ز آنکه نیست  
 این فناء عاشقان را فی که نیست





در بیان آن که ذوق و شوق عشق  
 را لازم است که طالب رانجو دوسر مست فنا سازد

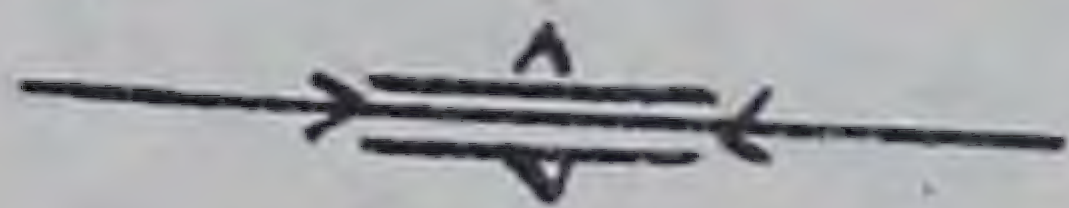
چون به یل عشق گردی غرق آب  
 تا کجا مانی بخود همچو حساب  
 ای وجود موج هم باشد ز آب  
 و خودی بالیده تا که چوں حباب  
 بر توبه از عشق کمر افتد به جان  
 نیست جز یک جلوه اندر صد جهان  
 مست جلوه شو جالش اظهار است  
 ای خودی تو حجاب اکبر است  
 شو خطر کن در غمش بر باد شو  
 گر خدا داری از خود آزاد شو



بے ہوائے صمد گل کے زوید  
 این خودئی تو بگوانہ کے زوید  
 آن کہ تو کوئی خودی و بنجودی  
 می رسد باتو ز فیض ایزودی  
 پس خدا را ہیں کہ ہم خود را ہیں  
 عاشقان را عشق باید این چنین  
 اے کہ تو چوں بنجودی و الاشوی  
 از خدا رستہ بنجود شیدا شوی  
 عشق سرگرم عمل باشد ہمہ  
 در عمل صد بنجودی تا بد ہمہ  
 بچوں ترا ذوق عمل پیدا شود  
 بنجودی آید خودی از خود رود  
 عقل را پیش و پس تو یقین هست  
 عشق را فطرت ہمہ تخلیق هست



بوئے جان بر جان ز دانه بخودی  
 عشق مستحکم شود از دانه بخودی  
 ذره ذره از اسرار بخودی  
 رقص می گیرد به نور بخودی  
 روح را پاکیزه کن ز آل بسین  
 بخودی کائناتے این چنین  
 جان دل باشد به با هوئے او  
 کائناتے در طواف رقصے او  
 آینه‌ها از بخودی مستقیم ما  
 کس نخواهد گفت که مستقیم ما





در این معنی که خودی و بنجودی هر دو

از احوال عشق اندو لے خودی در حالت

نزول پیدا میشود و بنجودی بر عکس آن

آن که تو گفتی خودی از خود مجو

حسن را هم پروا باشد شنو

حسن بهر پرده گیار در نظر

می نماید، جلوه ذات بشر

بے بصر و پس نشد در نرم جان

جلوه بائے قرۃ العین<sup>علیہ السلام</sup> عیاں

آنکه خود را دید محو خود شده

و آن خدا را دید پس بنجود شده



عشق را هرگز نه اعمال خودی است  
 عشق افسرده به احوال خودی است  
 عشق پیهم با خودی در جنگهاست  
 عشق را بس سوئے حق آهنگهاست  
 چوں نباشد، سحر کس مطلوب جاں  
 می نه بیند عشق جز محبوب جاں  
 چوں شوی محو نظر با چشم تر  
 هم نظر کم کن تو ذوق نظر  
 نه سمع باشد به عاشق نه بصر  
 جز بذات حق نیاید کس نظر  
 از شراب عشق مستم چوں توئی  
 من ز من بریکانه هستم چوں توئی  
 خویش را بینی بجای بخودی !!  
 بخودی باید بر اے بخودی



در بیان آن که خودی به تمکن و قرار تلقین  
 کند و بخودی به اضطراب و فوق عمل

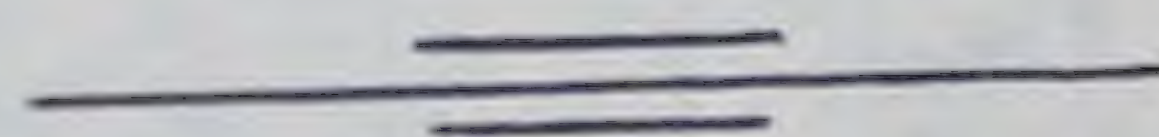
بخودی را پشت پا انداختی  
 تو خودی را منزل پنداشتی  
 چوں خودی را بخودی انجام هست  
 این سر سوداے باخوش کام هست  
 عشق چوں تکیس بردارد خودی  
 حالت از بخودی باشد خودی  
 اضطراب عاشقی بر آب است  
 زندگی را بخودی سیلاب است  
 کو بجز دے والا و شیدا شدست  
 وین خودی از گمراهی پیدا شدست



چوں خودی تلقین به تمکین می کند  
 ذوق و شوق عشق را از ما برد  
 فطرت عاشق از خود بگسترن است  
 سوئے ذوق بخودی در فتن است  
 چوں نه بینی جلوه های شمع رو  
 کئے پسندی قص لعل گرد او  
 بهره از جلوه جانان طلب  
 جان پیش از بخودی آید بلب  
 چوں خودی هم در خدا آخر شود  
 بخودی بر مرکز اعلی رود  
 هست چوں زیبا خدا خواهد شدن  
 به از خود بهتر فنا خواهد شدن  
 زندگی در جستجوی ارتقا  
 صد بقا مارا سپرده در فنا



چوں فنا باشد بقائے نوبہ نو  
ہست مارا ارتقاءے نوبہ نو





در بیان آنکه انباشت حقیقت از وسیله

بخودی باشد خودی ال ال اصل افق نیاید و مانع از

مانگیر بخودی جان و دولت  
 عشق ناز و روزه در محفلت  
 عشق چوں ذوق فنا پرور بود  
 از خودی بر منزل خود کس رسد  
 گزندی پرورده ذوق خودی  
 اے نیایی بهره جز گمراهی  
 اے نیایی عشق جز در فضل است  
 پس خودی بگذارد فضل حق طلب



آن فقیرے کو بچید فضل حق  
 نیست ناممکن شود کراصل حق  
 عشق را هر دم شباب بیدار است  
 فضل حق را زکات آب بیدار است  
 ز آنکه هر دم یافت فضل ایندی  
 عشق باشد مست جام بخودی  
 می نه بیندی نه شنود هیچ کس  
 عشق را الله بس باقی هوس  
 جان دل سوزد به بائے هوئے او  
 از در و نم می رسد خوشبوئے او  
 صد خود می قربان یک وار فکلی  
 کو برد جان را به کوئے خستلی  
 من خود می از سر نهیم تا سر دهم  
 جان دل را پیش جانان در دهم



اے چہ دانی لذت رقص جنوں  
 بہیروزہ عالم بہ ماند پرو زبون  
 گر ترا باشد میسر ذکر حق  
 یافتہ من جلوہ ہائے بکر حق  
 تو بذر و فکر خود را دداشتی  
 آنقدر بس دولتی پنداشتی  
 فکر ہر کس چوں بقدر نیت است  
 آنقدر لطفش نکویم رحمت است  
 اے کہ با صد جہ و دستار بود  
 چوں بہشت آرزو خود را بود  
 عاشقان را لی مع اللہ چوں رشت  
 ذوق و شوق عاشقان ہم از خدا  
 نے سجود و دعاؤ نے درود  
 در بر ہم جز ذات پاک حق بنود



عصر حاضر عشق کے سنجیدہ است  
 ذوق و شوق عاشقان کے ویرا  
 آنکہ دیدہ بے حق از حق شود  
 از خودی رفتہ بہ حق پیچود و رود  
 ملت عاشق ز ملتنا جداست  
 عاشقان را مذہب ملت خداست



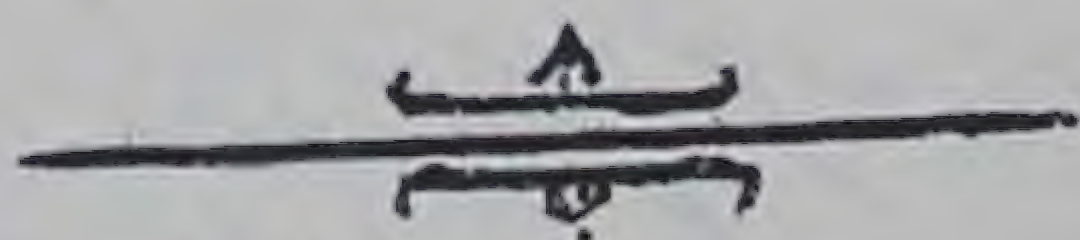


در بیان آن که بنیاد ملک و ملت بر خودی باشد  
 و پس تنازع لا البقا بوجود آید و جمع تنازعات  
 در بخودی گم شوند و منظر بلند به حصول آید

زندگی را ذوق حفظ زندگی است  
 مذمت ملت را احکام خودی است  
 زندگی از بهر حفظ زندگی  
 خویش را بند به آئین خودی  
 قوم و ملت را پیش از اید همی  
 پس حکومت ملک دیں آید همی  
 اے گرفتار نصاب کفر و دیں  
 از خدا تو دور مانی این چنین  
 تا کئے مانی قوم و ملت را اسیر  
 از خودی بکنده خدا را در بکیر



زندگی را چوں خودی آهنگ شد  
 ملتے ملتے در جنگ شد  
 از خودی باشد تنازع لا البقا  
 ناکساں را آنکه گرد اند فنا  
 ذره ذره منظر نور خداست  
 چوں میان کفر و دین چون و چراست  
 ای که خود بینی نه بینی ذات او  
 تو چگونه گویی هست "الله هو"  
 ملتے را چوں اساس از عشق شد  
 چاره جز درد انالش نه به



له از ضرورت معنی بود گاه بگاه بد نوشته شود و اساتذہ جائز نموده اند



در بیان آن که اقتضای خودی حد و بندی وطن  
و امتیاز قوم و ملت باشد و فلسفه سیاسیست<sup>ست</sup> و قوام را نفی کردن است

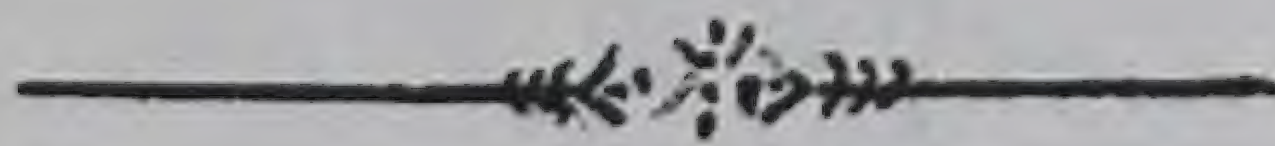
از خودی تو چون بخود مانی همی  
دیگراں را کم ز خود دانی همی  
از خودی دیگر نمی بینی کس  
همچنین ویراں شده ملت لے  
جلوه ذات است در عین نبود  
آدمی از مشرق و مغرب نبود  
تو سن قهر خودی هر کس براند  
آدمیت کم شده و آدم بماند  
چون ز قهر و جبر بر انسان تشافت  
در مذاق کفر و دیس انساں بهاست



ملت انسان ز ملتہاجد است  
 عاشقان را ندہب ملت خداست  
 در میان دودنہ آسودن رواست  
 بہ فرزند آسمان رفتن بجاست  
 ایں زمین از ملت و ملک وطن  
 خوش نیاید لائق باز بستن  
 "انظار صبح خیزاں می کشم"  
 نور جاں در چشم انسان می کشم  
 عشق را آرم فرزندے دیگرے  
 نغمہ فردا بہ سازے دیگرے  
 ایں زمین ماد تو ملک خداست  
 ہر کجا خواہم روم بہ من رواست



قوم و ملت را نظام ساختی  
 ملک بگرفتگی و انسان باختی  
 شدت بی از درد انسان جان تو  
 کفر را صد خنده بر ایمان تو





# در بیان آنکه احساس خود می زان شکل و قیاس پیدامی و

آدمی از بهر خود با شد هنوز  
در دلش حالش خودی تا بد هنوز  
هر کس در فکر حاضر بوده است  
بهر خود صدر بجا افزوده است  
چشم بشارت روز فردا هم ببین  
بخودی مارا شود چو جان گزین  
از مذاق روز فردا بے خبر  
جز به حاضر شدن انسان را نظر  
بیش از یکدم نه بیند چو کس  
بر خودی بالیده ماند خوش بے



و آنکه شد از روز فردا هم خبر  
 بر خودی آنرا نشد یکدم نظر  
 وقت چون پانصد ماه سال نیست  
 بخودی جز بهر احوال نیست





در بیان آنکه تعمیر عالم نواز بخودی باید شد و اگر چنین  
نشود ویرانی و خرابی و جنگ عالمگیر دیگر لازم خواهد شد

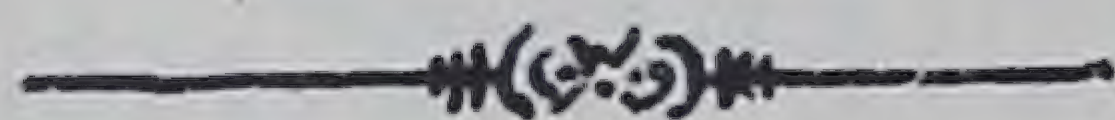
تو که خود را وقف کردی بهر خویش  
از غم انسان نداری جان بخش  
من که بهر دیگران سوزم تمام  
بهر انسان اشک یزم صبح و شام  
نوع انسان را چنان منظر دهم  
ایں زمان خشک را افکند دهم  
ای مثال شمع روشن کن جهان  
کو همی سوزد بر آئے دیگران  
که خودی را در غم بگذرختی  
نوع انسان را بلند افراشتی



ہر کسے از یک خودی در صد محن  
 خوش بروں آئے ز تاریخ کہن  
 کس نہ دارد جز ہوائے غولشتن  
 ہر کسے باشد بر اے غولشتن  
 نوزدہ صد سال ضائع در گذشت  
 ، بیچ کس از بخودی از خود رفت  
 جز خودی چوں کس نہ بند پیچ کس  
 بندہ در بند تو شد چوں مگس  
 از خودی گر تو فروزاں آمدی  
 نوع انساں را پشیاں آمدی  
 از خودی چوں احتراق دیگر است  
 باز در عالم نفاق دیگر است  
 باز دیگر قلب انساں تنگ شد  
 باز در عالم صلائے جنگ شد



گر خودی باشد پئے تقرب ما  
 غرق خواهد شد چیں تهذیب ما  
 از فساد جنگ بگذارد عالم  
 ز آنکه گردد نیست ز بهار عالم





در بیان آن که جمیع آرزوهای منقسم به دو حالت اند یکی متعلق به خود و دیگری  
متعلق به دیگران که از جذبه خدای غریق موم است و محتاج به خودی نیست

فطرت انسان اگر چه آرزوست  
زندگی را از محبت آبروست  
آرزو ز آنکه خود آرا آمده  
نفس اماره به جلوا آمده  
آرزو را اگر خودی بنیاد هست  
جان ما از بخودی آباد هست  
من بفکر خدمت نوع بشر  
جان دل سوزم بپای ذوق دیگر  
جان دل از ذوق خود آباد نیست  
آرزویم را خودی بنیاد نیست  
قیمتم افزود ذوق با عی هو  
از خودی و خودندارم رنگ و بو



گر خودی شد شیوه بای نافرمان  
 همت مردان برائے دیگران  
 از خودی چون نوع انسان ده شد  
 جذب خدمت ز ما افسرده شد  
 بایست با بخودی هم ساختن  
 جان دل را طرح نو انداختن  
 گردی تو از خودی بیرون شوی  
 در غم نوع بشر مجنون شوی  
 عشق را چون هست فطرت خلق  
 شمع محفل شوز خود افروختن  
 بیچون غم انسان و هم جان را و گر  
 ظلمت شب را شود تازه سحر  
 زنگ قوم و ملک و ملت چون نماند  
 در جهان جز خالق بیچون نماند



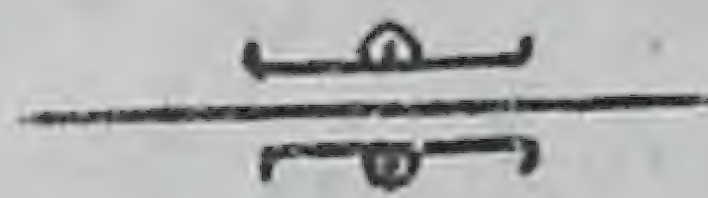
در این معنی که فطرت انسان چیست و جمیع رنجها

از ناشناسی فطرت خود به انسان می رسند

عشق را چوں فطرت آسن شد است  
 در پی تری وید ما و من شد است  
 زندگی را بخودی چوں رهنماست  
 آدمی را خود پسندی کس رواست  
 گر شدت مرغوب خود نگر لیستن  
 کمتری یابی مذاق زیستن  
 نوع انساں را مکرم کرده اند  
 آدمی را بهر آدم کرده اند  
 در غم محفل چو شمع خود را بسوز  
 ذوق در دو نوع انساں برقرار



فطرت دل آدمی نشناخته  
 آبروئے نوع انساں باختہ  
 ز آنکہ خود را بس ہی بینیم ماؤ  
 پئے پئے صدرِ نجا چینیم ماؤ  
 از غم انساں اگر باتِ خبر  
 بیچ غم مارا نیاید در نظر





در بیان آن که روز فردا انقلاب عظیم در دوزخ  
انسان واقع خواهد شد هر کس براءت هر کس خواهد خواست

روز فردا خوش بهی بنم لے  
غم بد هر کس براءت هر کس  
بهره از عشق گریا بد کس و  
می بد و غم از پئے انسان لے  
روز فردا چوں نظام دیگر است  
هر کس را صبح و شام دیگر است  
و استود فردا کتاب بخودی  
هر کس مست شراب بخودی  
آنکه می ورزد خودی محروم شد  
و آنکه خدمت کرد او محروم شد



چون ز خود را باز دارند از خودی  
 کاش مارا و اگه دارند از خودی  
 قیمت ما از محبت می شود  
 روز فردا روز خدمت می شود  
 رنگ قوم و ملک و ملت را بسوخت  
 از محبت هر دو عالم به فروخت  
 چون غم انسان صغیر باشد  
 عالم نو از ضمیر باشد  
 صبح فردا جنت است در جهان  
 آنکه می بینم نیاید در بیان  
 لے کہ من بخشم سرور بخودی  
 خویش را کم کن به نور بخودی  
 " مردمان خوگر یک دیگر شوند  
 سفته در یک رشته چون گوهر شوند "



در بیان آن که اگر عشق خداوندی بخودی میسر گردد  
عشق نبی نوع انسان بد آید و سوس دگر پیدا کنند

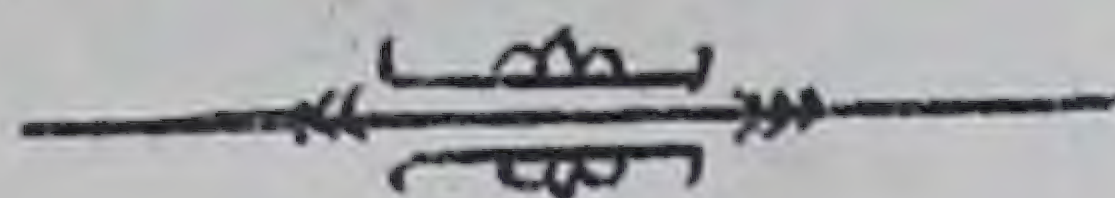
ما شقی چون یک دمی خود را ندید  
از شب او صبح فردا شد پدید  
تا کجا حفظ خودی قلب و جان  
ای تو شمع شو براءے دیگران  
از خودی آوازه انان دگر اند  
سوخته جان و روانان دگر اند  
آنچنان رسته شدم از هر خود  
شسته ام ذراع خودی از هر خود  
نوع انسان را چراغ افرو ختم  
خویش را از سوز انسان سوخته ختم



چوں خودی و خود کسے از خود بسوخت  
 نوع انساں را چراغی بر فروخت  
 از خودی و خود پستی و ابرہم  
 من اساس توبہ و لہامی و ہم  
 چوں مذاق درو انساں اوہام  
 من نظر را پرودہ باکتشادہ ام  
 چوں گلے را ہست از گلشن وجود  
 اختلاف رنگ بو چیرے بنود  
 اے کہ ماہستیم در عین وجود  
 کس نمی بینیم از زرد و کبود  
 اختلاف کفر و ایمان سوختیم  
 ہر دو عالم بہر جانان سوختیم  
 چوں زبان و دل بر مفرمان دست  
 از دل جان جان و دل قربان دست



انتیاز ملک و ملت سو ختم و  
نوع انساں راشقاوت سو ختم





در بیان آن که چون انسان خودی رزیده است  
 خطرهای عظیمی نوع انسان را در پیش اند

لذت هستی به ذوق غم فتاد  
 بخود می برد است آخر بر مراد  
 از غم انسان به جانان شایدم  
 ملتی از نوع انسان بایدم  
 صد فساد اندر پله سر پای شد  
 از خودی هر کس اسیر و ای شد  
 چون حکومت را اساس از دل شود  
 آدم مار و نفع محفل شود و  
 آبیاری گلستان بایدش  
 باز دیگر فکر انسان بایدش  
 گوهری را آب گوهر لازم است  
 زندگی را طرح دیگر لازم است



کار کرد و کارها با شد حقیر  
 ناقص و نا اهل بینی بر سر  
 عاقلی را هست فکر آب و نال  
 جالبی را لوزنه اندر دهاں  
 عصر حاضر را خرد و ستور نیست  
 بهره جز چشم تر مزدور نیست  
 ای ز بیم خطر بالرزد خرد و  
 طوق زدن در به خرمی مسرور

اشاره به شعر حافظ  
 اسپ تازی شده مجروح به زیر پالاں  
 طوق زدن همه در گردن خرمی بینم



در بیان آن که اساس ملت نوی انسان را خودی ممکن  
 نتوان شد زیرا که جزو را خودی ملتزم است کل را این  
 حالت میسر نیاید بسبب آن که او مقابل غیر نشود و جمیع ملل را شامل نشود

چون که بیرون خودش دیدار نیست  
 نوع انسان را خودی دیگر نیست  
 از تمیز غیر می زاید خودی  
 در حضور غیر می باله خودی  
 در مقابل رنگها خیزد خودی  
 در تماثل خویش را بریزد خودی  
 نوع انسان را مقابل چون نشد  
 هیچ کس را آن ملت بیرون نشد  
 جزو را تا جزو گفتن باید  
 در مقابل جزو دیگر شاید



جزو را از حفظ خود باشد خودی  
 پس زمین کل نمی آید خودی  
 گردنات کل تعلق شد و  
 پس خودی را پس نمی زد که  
 امتیاز ملک و ملت در شود  
 اعتبار ما و تو هم سر شود  
 چون سیاست را اساس آدم بود  
 عالم دیگر به این عالم بود  
 نوع انسان را فروغ هستی این  
 ناتوانی خویش را تنها میس  
 غیرت مابین انسان چون رفت  
 بر اساس تازه عالم نشست



دین معنی که اساس<sup>ست</sup> فردا بر محبت عالمگیر خواهد  
 و دین حال تنقیض خودی لازم است

بیج بهره در نه گردی از ورق  
 هست لیکن در کتاب بعد سبق  
 لفظ چوں بالفظ می آید اگر  
 معنی نوجمله را اگر دودگر  
 آدمیت را اگر شیرازده شد  
 نوع انسان را اگر آوازده شد  
 آدمیت را اگر تعمیر کن  
 جان و دل از جان و دل تنجیر کن  
 ملت با ملت تحلیل کن و  
 انقلاب تازه تشکیل کن



رنگ و ملت را اگر گلخن شدی  
 اے زہے من تو شدم تو من شدی  
 آدمیت را دہم شکلی و گر  
 آدمی را میشود عقلی و گر  
 ہمچنین دروید و قرآن آمدہ  
 آدمیت بہر انساں آمدہ  
 بیچ کس خود پروری را نا آمدہ  
 اے بہ آتش اعتبار خام وہ  
 نوع انساں زیر سخن محکم بود  
 ملت مامت آدم بود و



فَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً  
وَلَكِنْ يَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَأَسْبِقُوا الْخَيْرَاتِ

آدمی را امتحان مقصود بود  
پس همه فرق علی محمود بود  
گرچه ذوق ما و تو افزوده اند  
لیک امت را یک فرموده اند  
فطرت با جزئی نیرواں است  
پیش حق جز ملت انسان است  
و اے مایا بند خود بینی شدیم  
حسرتا ایرانی و عینی شدیم  
آدمی محروم و نو مید و دژم  
شد میان هند و ژاپون عجم

۱۰۰ آیه قرآن که اگر خدا خواست شمار امت و احد گردانیدے و لکن امتحان شما مقصود بود که در حصول  
خیر هب کنید



در میان هند و ایراں روس و چین  
 آدمی تقسیم گشته این چنین  
 رخنه ها در آدمیت ساختیم  
 ملک بگریختیم و انسان با ختم  
 هیچ کس از بهر کس چو غم نخورد  
 آدمیت شد اگر آدم نمرود  
 فکر دو نای بهر خویش و اقربا  
 فکر مرداں بهر عالم شد بجا  
 همت مرداں بر ائے عالمی  
 طرز فکر ماد و ائے عالمی و

---



در بیان آن که هیچ ملت بے تصور  
مخصوص ظهور نه پذیرد و ملت انسان فرد را  
اقرار وجود باری تعالی سنگ بنیاد خواهد شد

گرچه زید و عمر را حرص خودی است  
هم خیالی ملت را زندگی است  
ملت را از تخیل شد حیات  
آن تخیل ملت را این ذات  
روز فردا ملت انسان نو  
بدنای جوید از ایمان نو  
یک تصور آدمی را لازم است  
کمال تصور زندگی را لازم است  
چون به صلح و خیر اعمار شد است  
آدمی را این دے لازم شد است



آدمی سوز دے انسان نو  
 ہست نزد اں را اگر برہان نو  
 آدمی را ہست انسان آرزو  
 عشق روشن گشتہ از "اللہ ہو"  
 از خدا چوں دور باشی اے حبیب  
 کس نخواہد گشت نزد تو محیب  
 اے کہ بیرون تانیائی از خودی  
 می نیایی مدعاے زندگی  
 ہر کسے بنید ہی کہ خویش را  
 کس نیاید اندکے خویش را  
 فطرت آدم کہ از خود فتن است  
 خویش را با دیگران پیوستن است  
 اولاً بہر غریب و افترا  
 خویش را سوز دے ذوق فنا



بہرمت ثانیاً نہ اردو بھی د  
 زندگی تازہ اش اردو بھی د  
 ثنائیوں نیست اور اذوق خویش  
 از پے انسان گدازد جان لیش





در بیان آن که سوره حسه محمد صلی الله علیه و آله وسلم  
 معیار اخلاق انسان فردا خواهد شد

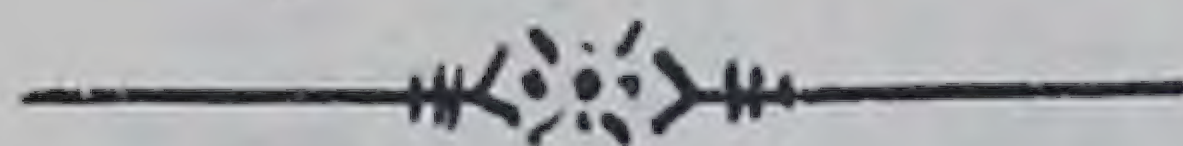
من که سوزم در پی تعمیر نو  
 آدمی را می دهم تقدیر نو  
 بهر او چیدم صفات تازه  
 عالمی را شد حیات تازه  
 به نوبت زاریده ام من بهر  
 سالها شد آدمی را جستجو  
 عالمی را آدمی دیگر بیار  
 آدمی کو بهر ما گرد و غبار  
 ای که از یونان و ایران و عرب  
 آدمی گر هست پیش ما طلب



آفتابے از عرب ذو قم فرو  
 جلوه از ازاں کرد و جانم در ره بود  
 لے کہ او صد نہایت ایمان مست  
 آیہ ولولہ " را بر ہاں مست  
 فخر آدم فخر دنیا، فخر دین  
 رحمتے بہر دو عالم ایں چنین  
 نوع انسان را غم انسان داد  
 مرغے پرستہ را پر کشاد  
 لے کہ ما از فیض او انساں شہیم  
 لطف پروردہ سوئے بر دواں شہیم  
 آدمیت را فروغے شد از د  
 می کند نازش خدا ہم آرد  
 بہر انساں مرکزے آہستے  
 آدمیت را علم افزا شستے



کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ مُرْسُودَةٌ اِسْت  
 بهر انسان جان دل اسوده است  
 مومن آل شد کوئے حق چوں بر  
 نوع انسان در بر خود در گرفت





در بیان آن که اخلاق محمدیہ تمثیلے بر النوع انسان  
باشد و پیروئی آن برائے نوع انسان لازم است

جان مارا شد و گویا کون روز و شب  
آویز نایاب "ارزاں بولہب"  
ہر کسے چوں از محمد دور شد  
خویش را بر منزل خود رہ نبرد  
ہر کسے چوں از محمد نور یافت  
نوع انسان را چو ہر دم متافت  
ہر کسے چوں با محمد یار شد  
گر خستہ بودہ ہمہ گزرا شد  
ہر کسے چوں با محمد یار گشت  
دو جہاں بگذاشت در پالیش



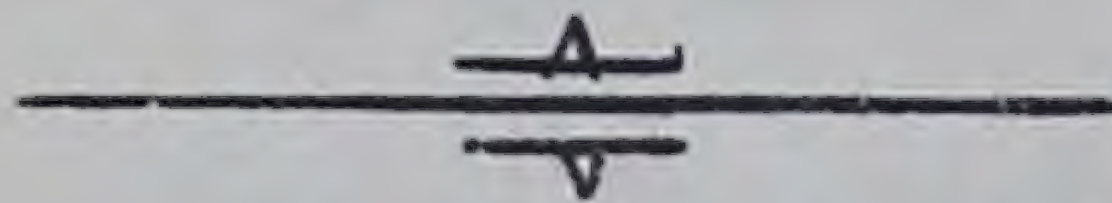
اے کہ دل شکستہ راقیت از دست  
 نوع انساں را ہمہ زینت از دست  
 پیے بے نور عشق ہائے ہوہرم  
 جان دل شستم کہ نام اوہرم  
 او کہ انساں را پیے تکمیل شد  
 ملت آدم ز نو تشکیل شد  
 ملت آدم ز فیض او منیر و  
 پیش او یکساں فقیر و ہم امیر  
 ہر دو عالم بہر ما بکشاوہ است  
 زندگی را مدعاے دادہ است  
 پیش از و جاں جز پیے مرثی بود  
 زندگی جز خفتن و خوردن بنود  
 او مذاق عاشقی با ما سپرد  
 پیش نیر و اں ملت آدم بہر و



این مقام عشق جز او کس ندید  
 اندو و عالم آدمی را برگزید  
 او که انان را غم انسان داد  
 جان و دل را تابش از قرآن داد  
 جان و دل را منتقل آورده است  
 زندگی را صیقل آورده است  
 نقش پایش علی را آفتاب  
 صد نجات از خاک پائے اویباب  
 هر و ماه و کشتاں سوده جبین  
 زیر پایش هر و عالم را بسین  
 جان و دل را شد عیاض تازه  
 زندگی را نو بهارے تازه  
 آن مقام زندگی با ما سپرد  
 لات و غریبی را شمع هستی فسر



عشق را آں جلوہ بے رنگ داد  
 امتیاز ما و تو رفتہ بباد  
 ملت آدم ز پلہنا جد است  
 آدمی را دین مذہب بس خدا





# در بیان آن کہ لائحہ عمل نبی نوع انسان مسافر و اسلام خواہ شد

زندگی را چوں تلاش مدعاست  
 مذہب و حکمت لے آں ہمارست  
 اے کہ باشی خوش خرام زندگی  
 زندگی جو یہ نظام زندگی  
 زندگی را آں نظامے بایدے  
 کو نظام زندگی را شایدے  
 زندگی گر نیک انجام آمدہ  
 نوع انسان بہر اسلام آمدہ  
 در تلاش منزلے اقدام ہست  
 آدمی را فطرت اسلام ہست  
 آدمی را از آنکہ نیک انجام ہست  
 مقصد اقصیٰ مگر اسلام ہست



ذوق و شوق عشق تاہست مدعا  
 اے گریو زے سی با مصطفیٰ





در بیان آن که حوصله پیغام محمد تا بهینو حاصل نشد است وزیر اکرام  
 لایحه عمل باشد برای نوع انسان پس غلط است برای مسلمان  
 کنویش را پابند ملت محدود شمار دو نوع انسان را در خود نه بیند

در پی اسلام در آنکه هر کس است  
 آدمی را این همی ملت پس است  
 در آنکه ذوق ما و تو خام آمده  
 نوع انسان بهر اسلام آمده  
 این نه خوشی نیست تا امروز کس  
 ملت السلفیست اسلام پس  
 ملت باخته پیوستن است  
 با خدا بدون و از خود رفتن است

می بود اسلام سوخته بخودی  
 خویش را گم کن ز خود بخودی



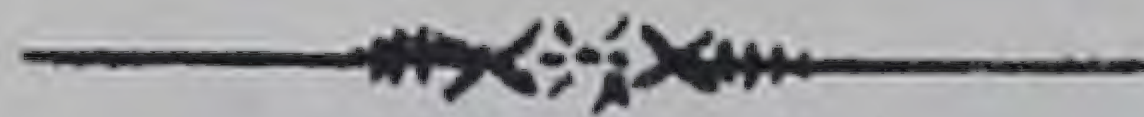
از خودی سلام را شد خطره ها  
 سوز ما با کس نشد جز بهر مای  
 سوز ما با دیگران باید رسید  
 هر کس در ذوق حق باید پیید  
 قلب جاں چوں قف شد بهر خدا  
 پس نظر آید مقام مصطفی  
 هم نظر محو است در ذوق نظر  
 عبده کس نیست جز خیر البشر  
 عشق را چوں هست محکم آیت  
 نوع انساں را سراپا راجت  
 از جمالش چوں سید زنگ بوست  
 جان قربانش کنم این آرزوست  
 صبح فردا جز پئے گلشن نه است  
 موسم گل بهر یک سوسن است



آن پیام سرور هر دو سرا  
 نوع انسان را شود محکم بجا  
 ملت اسلام چون محدود شد  
 کم نگاهی و خودی مقصود شد  
 پرده ناموس مذہب بردید  
 آن مسلمانے که جز خود کس ندید  
 عاشقے را این سخن درمان بود  
 ملت مامت انسان بود  
 این تنفر این خودی از بس مجو  
 کفر هم ایمان ورزد صبح نو  
 صبح نو اسلام رایج میشود  
 کفر آل دم در پیے ایمان رود  
 ناکسے بیچاره محروم خدا  
 روزے خواهد یافت عشق مصطفیٰ



حال او امروز گرچه ابتر است  
 روز فردا از ننگی روشن تر است  
 روز فردا نیست جز انوار حق و  
 عالمی سرگشته دیدار حق و





# پس چه باید کرد اے انسان نو

زندگی را تا شود احسان نو  
 پس چه باید کرد اے انسان نو  
 نازها بشکن تو اند بهر نیاز  
 طرز فکر آدمی اند نو طرز اند  
 لذت خود گر چه مارا در سراسر است  
 زندگی اند بهر انساں خوشتر است  
 کس ندیده گر کسی جز خوشتر  
 "ننگ دنیا ننگ دین ننگ وطن"  
 آدمی را ذوق آدم چوں شود  
 هر کسی اند بخودی پیچوں شود



خود نگاہی، خود پرستی و خودی  
 عقل را بگذاشتی چو ان شدی  
 اے زلمت‌تاشدہ چوں حرص از  
 آدمی راتے دیگر باندو  
 گر رود اندام تیر باؤ تو  
 بخودی گردا ساس آردو  
 اے کسے ہم غیر را پروانہ شو  
 از غم انسان نود یوانہ شو  
 ملت و ملک و وطن سنجیدہ ام  
 پردہ ہائے زندگی بر چیدہ ام  
 اے میاں خویش را رنگ خودی  
 مشربے باید برنگ بخودی  
 کافر و مومن اگر چه دیگر اند  
 ہم جمال دوست را چوں اختر اند



نوع انسان در بر خود در بگیر  
 از محبت نرم و نازک چوں حریر  
 لے ترا اگر با محبت کار شد  
 دو بهماں از فیض تو سرشار شد  
 جان و دل را از خودی گزندگ  
 آدمی ہم بہر آدم تنگ ہست  
 از خودی شد صد زبان انسان  
 آدمی ماند مگر حیوان را  
 لحظہ خود را بکن از خود رہا  
 بیش نزد اں خوش بیا سازش را  
 هیچ کس خود را از خود بیرون نہ  
 حیف بہر آدمی کس غم نخورد  
 جان ماسوز دے آدم اگر  
 عالم را میشود عالم دگر







# ”باد و تلخ“

(انتخاب غزلیات)







ز خوشبوئے دلاویز معین الدین حسن رقصم  
 به طوف گلشن لطفش چو بوئے یاسمن رقصم  
 خوشاوتی نهی بختی که در ذوق وصال  
 چو خاک پاک پائے دوست در دودش رقصم  
 ز فیض چشم مست او ز کفر و دیں گذشته ام  
 همی نازم که در طوف معین الدین حسن رقصم  
 اگرچه اندرون من بجز خوشبوئے جانان نیست  
 مگر حیراں ز مشک خود چو آهوه ختن رقصم  
 انا الحق اگر همی حرم است کز قتل لازم شد  
 به ذوق و شوق تنبیش بے نیاز جان تن رقصم  
 اگر بر مر قدم آئی به ذوق ناز فرمائی  
 غزلخوانی کنای خیزم به شوق اندر کفن رقصم  
 مرا هم دین و ملت بود هم جانے و ایمانے  
 خود پرورده بودم ز لطف ذوالمنن رقصم



به من اسرارِ جان خویش ظاهر شد به این مآل  
 که از فیض نگاه دوست با دار و رسن رقصم  
 بهر جانب که می نگرم بجز او کس نمی یابم  
 ز بوئے ناز و مشکلیں چو آه بوئے ختن رقصم  
 نهی انساں به ذوقِ درد انساں گردی سوز  
 میان انجمن بهر فروغ انجمن رقصم ؛  
 همی دانم که ذوقِ درد انساں کارِ طفلان نیست  
 سراپا سوز غم هستم به غم کو کین رقصم  
 ز امید نوید صبح روشن زندگی روشن  
 به تجدید مذاق عشق در بیت الحزن رقصم  
 مذاق عاشقی انور مگر روشن شود روزی  
 من پروانه سوزاں میان انجمن رقصم



نخار چشم مست دوست گرازاں شود روزی

همه عالم ز فیض بخودی رقصاں شود روزی

نقاب از چهره بکشایند، جلوه عام گردانند

خودی و خود پرستی را مگردان شود روزی

به ذوق و شوق پروانه به طوف دوست خواهند

همی انسان بے ذوقی مگر انساں شود روزی

مسلمانی نثارش باد کو از عشق می رقصند

بر همین این چنین هم مائل ایماں شود روزی

ز فیض چشم مست او به نقش پاٹے جانانان

بر همین راه روا باشد اگر قرباں شود روزی

منم سرشار ذوق او ز جان و دل گذشته ام

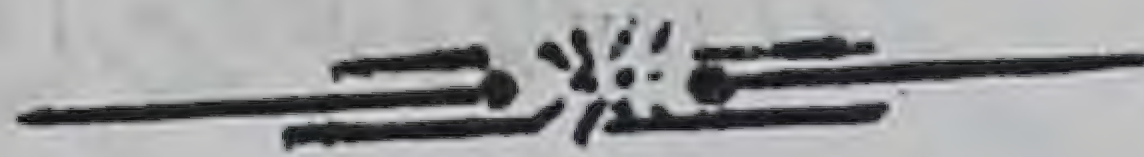
ترا و اعطای خواهم همی ارماں شود روزی

سروجاں را بناده ام به تیغ ناز و عنائی

مگر جاں از پتیدن لائق جاں شود روزی



تجلی را بیفزایند جان عالمی سوزند  
 به جان انور مسکین ہیں احساں شوروں





در برجام جمالِ روئے جانان دیده ام

جانِ ایمان واکذارم جانِ ایمان دیده ام  
هر کسے از گمراهی اندر خیال خویش تن

بیچ انسان رانہ ذوق درد انسان دیده ام  
ملک و ملت واکذارم کفر و ایمان و رد ہم

در جنون خود علاج درد انسان دیده ام  
مولوی و گبر و ترسا و پیود و برہمن و

هر کسے را فیضیاب ذوق جانان دیده ام  
هر کجا بہر تماشہ شمع محفل گشتہ اند

ہم چراغ دیر را روشن ز ایمان دیده ام  
از جمالِ روئے ساقی و ز نگاہ ہر او

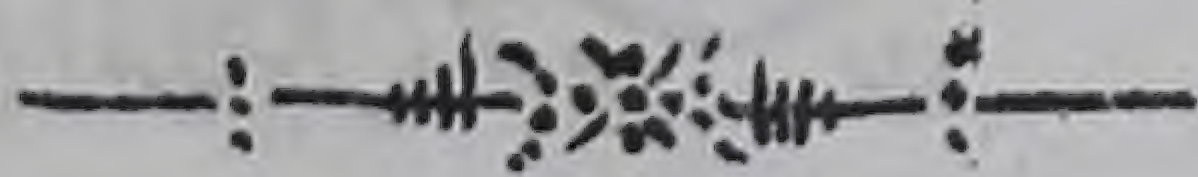
هر گئے را در فراقش چاک دامان دیده ام  
دین و عقیقہ واکذارم طوف ساقی می کنم

ہر دو عالم گرد روئے دوستِ قہانِ دیدہ ام



انور بدست و بنچو در آگہ ایماں سوخت است

اندرونِ دیمِ ہم اندوئے ایماں دیدہ ام

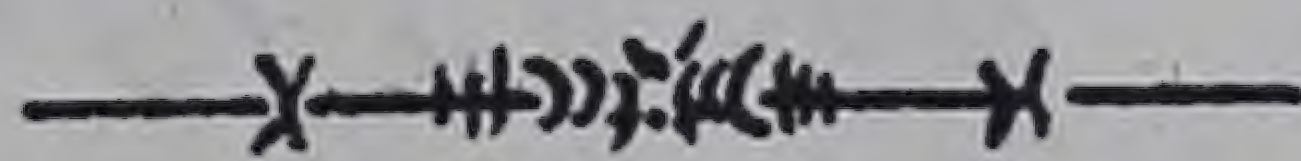




حسن بے ذوق تماشاائی رقصاں تہائے  
 عشق بے حوصلہ چاکِ گریباں تہائے  
 من کہ پروانہ صفت گردِ جمالت رقصم  
 خوگر لذت جان و دل و ایماں تہائے  
 صبحِ انساں اگر از سوزِ درونم باشد  
 شعلہٗ عشق چراغِ تہِ داماں تہائے  
 ملت و ملک و وطن سباحتی از دوقِ خودی  
 فکرِ انسان بہ اندازہٗ انساں تہائے  
 اے خوشامروز کہ انساں بے انساں سوزد  
 عشقِ پیچیدہ کیسوئے پریشاں تہائے  
 ایں ہمہ ذوقِ وجودم بتو قرباں بادا  
 عشقِ پروردہٗ مجبوری و حرماں تہائے  
 اے کہ از خود خرم نیست پیشِ رویت  
 غفلِ خود ہیں بہ من مست نگہباں تہائے



نیست دشوار کہ دنیاے کہن را سوزم  
 ذوق جاں ہست اگر شکوہ دوراں تاکے  
 رندی گفت کہ انساں شود انساں روزے  
 مشکے نیت کہ مشکل چیں آساں تاکے  
 انور مست کہ گرد بتِ کافر قصد  
 ایں چیں برہمن شوخ مسلمان تاکے





منم چوں درهوائے یار باشم

جہاں سوزم پئے دلدار باشم

ز جان و دل پئے جاناں گزشم

شیکہ من ہم طالب دیدار باشم

من انساں را کہ دل بکذا است

ز فیض درو دل غمخوار باشم

ہمہ سوزم روح کفر و دیں را

ز فیض چشم او میخوار باشم

اگر از ابر لطفش قطره ریزد

گل خود را گل گلزار باشم

مرا شوقیت در تکمیل ہستی

غبار خاک راہ یار باشم

کنشت و کعبہ را از ذوق ایمان

ہمی دیدم کہ من بیکار باشم



نگاه گریه اندازند این سو  
نثار ز گیس بیمار باشم

در پیم خرقه زهد ریائی  
گنبد گارم به استغفار باشم

هوس دارم ز فیض لطف بیانی  
که من خود قیمت دیدار باشم

اگر مسجد نه سازد بادل من  
ز رسم دید هم بنیرا باشم

دو عالم سوختم در ذوق مستی  
ز خود هم در ره انکار باشم

«هو الحق» نغمه سازم قصه گیرم  
خوشا آنرا اگر بردار باشم



منم بخود سر باز آید رقصم  
همه رقصند عشق و فرش و کرسی  
نمی رانند که سوخته او مرا برد  
منم آن هوشیار از فیض ساقی  
نه دانه جان دل تا که تو آن برد  
مگر از کیست و خواست انا الحق  
من دیوانه در مقتول گاهم  
به دیر و کعبه و صحن کلیسا  
مگر رانش به محفل فاش کردو

ز فیض چشم او همواره رقصم  
به من تنها همی ز بهار رقصم  
ز شوق به سر هر خار رقصم  
دریدم جبهه و دست از رقصم  
که گرد شمع روغی یار رقصم  
«هس الحق» گویم و بردار رقصم  
بوقت قتل بر سونار رقصم  
من بخود پی ویدار رقصم  
ز شوقی در پی اهلبار رقصم

من انور ندانم رسم دین  
ز مستی در پی اولاد رقصم



زنگ اسود و بتخانه گشتم  
 بیائے ساقی مینخانه گشتم  
 نه بوی بزم محال خود فروشی  
 به شمع روی او پروانه گشتم  
 مرا چوں بود حرص می پرستی  
 ز فیض چشم او مستانه گشتم  
 شراب چشم میگوں شوق افروزد  
 خرد بگذاشته دیوانه گشتم  
 چو کامم از خودی دشوار دیدم  
 خودی بگذاشته پروانه گشتم  
 به روی صبح خیزانش فدایم  
 ز حرف بنجودی مستانه گشتم  
 دو عالم سوختم اندر پی او  
 بصد دیوانگی فرزانه گشتم



همه فرز انکاس دیوانه باشند

مرا گویند که دیوانه گشتم

ز درد بحر و فیض لطف ساقی

شراب عشق را میخانه گشتم

برائے دولت حسن قبولش

بهاں را از غمش افسانه گشتم

”هو الحی“ را سرودی نغمه نور

چه خوش مستانه متانه گشتم





بیوں بیچ متاع نیست جز جانِ فکارِ اولی  
 من زنده خراباتم در رهن خمارِ اولی  
 ده هشت هزار عالم چون خاک کُش باشد  
 از تاج و کله بر سر خاکِ ده یارِ اولی  
 گر جاں پئے جانان شد سستی همی خیزد  
 ز نارِ برهن از تسبیح شہارِ اولی  
 جانان چوں همی جستم از دیدِ حرم رستم  
 از ساغرِ چشم او جانم بخمارِ اولی  
 با وصلِ همی سوزم در ہجرِ همی میرم  
 این ذوقی کہ من دارم از صبرِ قرارِ اولی  
 آنکس کہ "انا الحق" زویر ارشود از جاں  
 این راز کہ می گویند بادِ شنه و دارِ اولی  
 گر جانِ نزارِ ما با او نرسد الزم  
 در یادِ عذارِ او گلگشت بہارِ اولی



کفر و دیں را چه کنم ملت جانان خوشتر

بیچ ایمان نہ وزیدیم ہمیں ایمان خوشتر

بسکہ خود را بفروشم بہ ہوائِ لطفش

قیمت جلوہ مگر این قدر انداز خوشتر

از خودی شوقِ گلے من نہ پذیر فتم بیچ

بندہ عشق شدم ذوقِ گلستاں خوشتر

گرد و دیش ہی رقصم کہ نثارش بادا

جان و دل را چه کنم جاں پے جانان خوشتر

یادِ جانان نہ گدازد کہ کنم یاد کے

بیچ ارماں نہ پذیریم ہی ارماں خوشتر

بیچ منت نہ پذیریم نہ بیچ مریم

انتظارِ نظرش دردِ ادرماں خوشتر

چوں بگفتیم کہ بہ ارمانِ تو سوز و جانم

او بفروشد کہ حال را ہی ارماں خوشتر

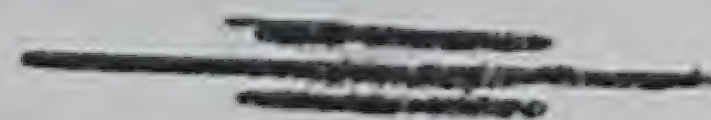


آنکہ ملت نہ پذیرد نہ پرستد ملکہ

روند فدا دین عالم ہماں انساں خوشتر

شکوہ آلودہ نہ سسر در غم جاناں کردن

در خوش است وبے منت در ماں خوشتر





خوش بود ہر دم بیا دروئے جانان ز لستین

رسم و راہ کفر و دین را بہم جو طوفاں ز لستین

از روانج دیر و کعبہ جاں بسوز و فراق

ایں چنین تاکئے سر و مارا پیشیاں ز لستین

مسجد و دیر و کلیسا، ملت و ملک و وطن

بسکہ دشوار است انساں را ہم انساں ز لستین

کس نہ اندکیں مذاق درد مند عشق چسبیت

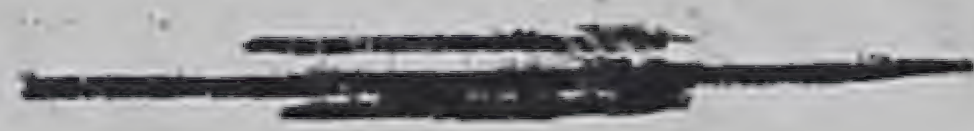
گرد شمع روئے جانان فاسخ از جاں ز لستین

یہوں ز دید روئے تو ہجورم اے جان جتا

ہم در آتش مردن است اندر گلستان ز لستین

کس بجز آنور نہ اندا ایں مذاق عاشقی

بہر جانان مردن و ہم بہر جانان ز لستین





بہ امیدے نشستہ ام بہ راہ ہے  
 اگر تو جزو حرم محرم نہ بینی و  
 ز تعمیر کنشت و دیو مسجد  
 تو لے زاید کہ حرد و قصر خواہی  
 ز من عند گنہ آخر چہ پر سی  
 اگر از بخودی ایماں دریدم  
 دو عالم سو ختم خود خاک گشتم  
 من آزاد گناہ و زجر و تو بیخ  
 متاع عاشقاں جز اینقدر نیست  
 ولم از پر تو جاناں بر افروخت  
 بہ واعظ حشمتی کردم و رفتم  
 بسوزم کفر و دین بر شمع روش  
 بہ شوق او ولم انور بگردید

بہ مسکین شہسوار ایک نگاہ ہے  
 پناہ ہے زیں حرم جویم پناہ ہے  
 ہمہ سادہ دلاں سازند اسے  
 تو ابے جوئی با ذوق گنہ ہے  
 کرم از تو مسرود از من گناہ ہے  
 نظر وارم ز تو لطف نگاہ ہے  
 بہ شوق تو بہ امید نگاہ ہے  
 بہ تہخانہ شدم چوں بے گناہ ہے  
 ہمیں اشک و منا جاتے و آہ ہے  
 بہ ہستی خودم شد اشتباہ ہے  
 گنہ بدتر کہ با عند گناہ ہے  
 مرا زید نہ ہرگز رسم و راہ ہے  
 ز دیو مسجد و ہم خانقاہ ہے



زدیرو مسجدے انکار بادا      ہمہ عالم پئے دیدار بادا  
 کشت و دیرو مسجد را ہمہ سوز      بہار او گیل بے خار بادا  
 زنیض جلوہ اش کم کردہ خویشم      تبار او سرود تبار بادا  
 ہمیں ذوقم نہ خوفی در پذیرد      ز استغفار استغفار بادا  
 بر خاک پایش سر نہادی      دولت از کفر و دیں بنیر بادا  
 ہے انور کہ در این ذوق قصد      ہمہ عالم بہ شوق یار بادا



Allama Iqbal Library



19167



الایا ایہا اساقی بہ مستی آر مٹھلہا  
 مذاقِ خود پرستی و خودی زید بنہ و رد ہا  
 من بشتہ کشتی بہ ذوقِ استمانِ خویش  
 ہی نازم بہ طوفانے گزشتہ ام زما چلہا  
 ہماں بے رنگی نور است کز فیضِ جمال او  
 بہ ہر فانی میں رقصہ است پروانہ بہ مٹھلہا  
 بہ دیر و مسجدے رفتہ مذاقِ درد کم دیم  
 ہمہ شیخ و برہمن یافتہ کم کردہ منزلہا  
 چنین بخود شدہ انور کہ بر ہر زخم می قصد  
 تو آں قاتل کہ خوش بینی بہ مقتلِ قصہ لہا

---

۱۔ ماخوذ از حضرت خواجہ عثمان ہارونی عشتی بہ تغیر الفاظ



# غلط نام

اصلاح	لفظ	سطر	صفحه
ہو جائے	ہو جائے	۶	۴
بہو پیچھے	بہو پیچھے	۳	۵
جاں	جان	۵	۱۲
دیدار	دو دیدار	۷	"
از دیدہ	از دیدہ	۲	۱۸
مراعت	امراعت	۳	۲۳
جاں	جان	۱۲	۲۸
بگستن	بگستن	۳	۴۶
کمترک	کمتری	۶	۶۴
جان و دل	جاں و دل	آخری	۶۹
دوست	دوسب	"	"
تا توانی	تا توانی	۱۰	۷۴
نیاید	نیاید	۱۰	۸۰
نبرد	نمبرد	۴	۸۵
دزدوق	ازدوق	۷	۱۰۷
مجال	محال	۳	۱۱۲
در فراق	رفراق	۳	۱۱۷
یا	با	۱۱	۱۱۸
اگر برخاک	برخاک	۵	۱۱۹
رقصید	رقصد	۶	۱۲۰



# الحمد لله

1			
2			
3			
4	7	الخميس	
5	8	الجمعة	
6	9	السبت	
7	10	الأحد	
8	11	الاثنين	
9	12	الثلاثاء	
10	13	الأربعاء	
11	14	الخميس	
12	15	الجمعة	
13	16	السبت	
14	17	الأحد	
15	18	الاثنين	
16	19	الثلاثاء	
17	20	الأربعاء	
18	21	الخميس	
19	22	الجمعة	
20	23	السبت	
21	24	الأحد	
22	25	الاثنين	
23	26	الثلاثاء	
24	27	الأربعاء	
25	28	الخميس	
26	29	الجمعة	
27	30	السبت	
28	31	الأحد	







THE JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY  
LIBRARY.

DATE LOANED

Class No.

Book No.

Vol.

Copy

Accession No.

1915201 5 134 E

19149

---

--	--	--	--







ملنے کا پتہ

ڈاکٹر عشرت حسن انور - ہم عالی روڈ

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ